عورت

کل اور آج

قانتہ رابعہ

البدر پبلی کیشنز
23راحت مارکیٹ' اُردو بازار' لاہور
فون:042-37225030-37245030
0333-4173066-0300-4745729

عورت کل اور آج......اس کی ذمہ داریاں

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَ نَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (النحل:۹۷)

''جو بھی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوگا' ہم اسے دنیا میں پاکیزہ زندگی دیں گے اور آخرت میں ان کے اعمال کا نہایت اچھا بدلہ دیں گے''۔

ہر سال ۸ مارچ کو خواتین کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ ہر چھوٹے بڑے شہر میں حسبِ استطاعت جلسے' کانفرنسیں' سیمینارز کا انعقاد ہوتا ہے۔ دلفریب وعدے کیے جاتے ہیں...... کچھ کاموں کا ''تہیہ'' کیا جاتا ہے اور ان سب کے پس منظر میں یہ چیز ہی ذہن میں راسخ ہوتی ہے کہ خواتین کے حقوق کا علمبردار مغرب ہے اور وہاں پر رہنے والی عورت مثالی عورت ہے......اس کی آزادی اور ترقی کو رول ماڈل بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ کیا واقعی مغرب مثالی معاشرہ اور مغربی خاتون مثالی خاتون ہے؟؟ اس کا جائزہ لینے سے پہلے یہ ذہن نشین کر لیں کہ جن حقوق کا مغرب علمبردار ہے وہ سب حقوق اسلام کے عطا کردہ ہیں۔ اسلام سے پہلے عورت کا وجود ضرور تھا لیکن اس کی حیثیت کسی طرح بھی قابل ذکر نہیں تھی۔ عیسائیت میں اسے باغ کا کانٹا قرار دیا جاتا تھا (گویا مرد کائنات کی خوبصورت مخلوق اور عورت کائنات میں کانٹا ایسی جیسے اوصاف رکھتی ہے اور چبھتی ہے) یہی نہیں اسے ہر گناہ کی جڑ سمجھا جاتا تھا۔ اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ حوّا نے آدم کو گندم کا دانہ کھانے پر مجبور کیا۔ قرآن اس

چیز کی نفی کرتا ہے اور اس کام میں دونوں کو برابر کا حصہ دار قرار دیتا ہے۔ پہلے حکم دینے میں **وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ** ......تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا...... **فَاَكَلَا**......پس دونوں نے کھایا مذکور ہے اور گندم کا جو دانہ حوا نے آدم کو کھلایا' کی تردید میں **فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ**...... (پس جب دونوں نے درخت کا پھل چکھا) کہا ہے......

یہ معمولی بات نہیں ہے۔ سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے پھیلانا ناپسندیدہ ہی نہیں' گناہ بھی ہے......''دونوں کو بہکایا'' دونوں نے کھایا عورت کے ہی قصوروار ہونے کی تردید ہے۔

دوسری بات یہ کہ گندم کا دانہ...... درخت پر نہیں اگتا جبکہ قرآن ''درخت'' کا لفظ استعمال کرتا ہے......سب جانتے ہیں درخت اور پودے میں کیا فرق ہے؟

قرآن واضح کرتا ہے کہ آدم علیہ السلام نعمتوں بھری جنت میں رہتے ہوئے بھی تنہا تھے۔ پس ان کی تنہائی دور کرنے کے لئے حوا کو پیدا کیا گیا۔ عیسائیت کے برعکس اس وقت کی سربرآوردہ تہذیب یونانی تہذیب میں عورت کو شیطان یا شیطانی آلہ کار قرار دیا جاتا تھا۔ دنیا کی ہر نعمت اس پر حرام تھی۔ علم کے حصول کے دروازے اس پر بند تھے۔ علم حاصل کرنے کا شوق صرف اور صرف وہی عورت پورا کر سکتی تھی جس کا تعلق ''بازار حسن'' سے ہوتا۔ طوائف کے لئے بھی علم کا حصول مرد کا دل لبھانے کے لئے ضروری تھا۔

ہندوازم میں عورت پاؤں کی جوتی سمجھی جاتی تھی۔ آج بھی ہندو معاشرہ میں اس کے اثرات بہت گہرے ہیں۔ شوہر کے مرنے کے بعد ستی ہو جانا' شوہر کی زندگی میں بھی عورت مر جائے تو کفن دفن کا خرچہ اور ذمہ اس کے میکے کے سپرد ہونا' اس کی واضح نشانی ہے (اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے مرتے ہی اس کا رشتہ شوہر سے ختم ہو جاتا ہے اور شوہر کی کمائی پر اب اس کا کوئی حق نہیں) اس کے علاوہ بھی کچھ صورتیں ہیں مثلاً شادی شدہ بیٹی کے گھر میں والدین کا جانا پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا تھا (شوہر اس کے والدین پر کیوں خرچ کرے) اور اگر بیٹی کے گھر میں رہنا پڑے تو اس کے گھر سے کھانا نہیں کھایا جاتا' بیٹے کی موجودگی میں ماں باپ کا شادی شدہ بیٹی کے گھر میں مرنا' برادری میں ناک کٹنے سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا...... یہی نہیں شادی کے بعد بیٹی کی رخصتی پر......تمہاری ڈولی نہیں جنازہ......اسے میکے واپس

آنے یا اس کا سوچنے پر بھی قفل لگا دیتا۔

ہندوازم میں عورت کے ساتھ ایک اور زیادتی بھی ہوتی کہ زمینوں یا جائیداد کے بٹوارے کے ڈر سے ان کی شادی خاندان سے باہر نہیں کی جاتی۔وٹہ سٹہ کی رسم کا پس منظر بھی یہی ہے کہ ان کی جائیداد ان کے پاس' ہماری ہمارے پاس رہے...... پڑھے لکھے خاندانوں میں بھی ورثے کی تقسیم میں ڈنڈی ماری جاتی ہے...... جہیز کے نام پر جو دے دیا وہی ورثہ قرار پا گیا...... عورت ورثے میں حصہ لے سکتی ہے' اس کا دور دور تک تصور نہ تھا۔ لاکھوں عورتوں میں سے اگر ایک عورت بھی بحالت مجبوری بھائی سے جائیداد میں سے حصہ طلب کرتی تو ساری برادری میں وہ عورت ''گالی'' سمجھی جاتی!!

ہندوازم کے برعکس روم میں عورت کو شیطان سمجھا جاتا تھا نہ پاؤں کی جوتی بلکہ اسے گھر کا کوڑا سمجھا جاتا...... گھر کی مرغی دال برابر اور ردی چیز کی اہمیت ہی کتنی ہوتی ہے؟

مشرق میں عورت کو اسلام سے قبل مرد کے ''دامنِ تقدس'' کا داغ سمجھا جاتا تھا...... بھائیوں کا شملہ نیچا کرنے والی' باپ کی ناک کٹانے والی عورت ہی ہوتی تھی!

تورات' انجیل یا دیگر الہامی مذاہب کی کتابوں میں عورت کی حرمت کا تذکرہ تھا لیکن ان کے پیروکاروں کے نزدیک جتنی بھی نیکیاں کر لئے ہے تو عورت ہی...... لعنتی...... اخ تھو......!!!

اسلام سے قبل دنیا کی سیاسی' سماجی' معاشرتی ترقی کا انحصار صرف اور صرف جنسِ واحد ''مرد'' پر تھا۔تمام دماغی اور اخلاقی قوتوں کی مالک مرد کی ذات تھی۔مصر' بابل' ایران' ہندوستان اور یونان میں عورت کا کوئی قابلِ ذکر کردار نہ تھا...... صنف نازک تو کجا وہ ''صنف'' بھی نہ سمجھی جاتی تھی۔اسلام آیا تو اس نے پہلی دفعہ دونوں کو کارزارِ حیات میں برابر کا شریک قرار دیا!!!

۵۸۶ء میں فرانس میں ایک عالمی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں اس وقت کے دنیا بھر کے تمام مذاہب کے دانشور اور علماء شریک ہوئے۔کانفرنس کا بنیادی ایجنڈہ یہ تھا کہ

''آیا عورت کے اندر بھی روح پائی جاتی ہے؟؟ اور اگر واقعی عورت کے اندر روح

ہوتی ہے تو وہ حیوانی روح ہوتی ہے یا انسانی؟؟؟......‘ کانفرنس میں تمام شرکاء نے اپنا اپنا نقطۂ نظر پیش کیا اور اعلامیہ جاری ہوا کہ ’’ثابت ہوتا ہے عورت کے اندر بھی روح ہوتی ہے لیکن وہ صرف اور صرف مرد کی تابع اور مرد کی خدمت کے لئے ڈالی گئی ہے‘‘۔

(Bertrand Russel " Impact & Science Sociology Society.)

یہ ذہن میں رکھئے کہ ۵۸۶ء میں جب اس کانفرنس کا انعقاد ہو رہا تھا آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ اپنے صحابہ کرام ؓ سے فرما رہے تھے۔ اپنی عورتوں سے نرمی کا سلوک کرو......اور قرآن مجید وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کی تلقین کر چکا تھا۔

اسلام سے پہلے اندر باہر کے سارے فیصلے مرد مرد سے مشاورت کر کے کرتا عورت کو مشورہ لینے کے قابل نہ سمجھا جاتا تھا۔ مرد کے مرنے کے بعد ترکہ ملنا تو در کنار اسے ہی ترکہ سمجھا جاتا!!

یہ اسلام ہی تھا جس نے عورت کو ایک وجود تسلیم کیا۔ اس کے حقوق کا تعین کیا۔ اس کو اپنی الگ منفرد شناخت دی۔ اسے گھر کی ملکہ قرار دیا......اور ثابت کر دیا کہ وہ کبھی بھی مرد کا ضمیمہ (Suppliment) نہیں سمجھی جائے گی۔

مکہ میں عورت کو مدینہ کی عورت کی نسبت کم حیثیت والی سمجھا جاتا تھا۔ یہ قرآن ہی تھا جس نے عورت کے اصل مقام و مرتبہ سے آگاہ کیا......اور مرد کے ساتھ کئی آیات میں عورت کو الگ سے مخاطب کیا......! یہی نہیں عورت کے نام پر سورت نازل کر دی سورۃ مریم......!! عورتوں کے حقوق پر سورۃ النساء......!!

اللہ اکبر......!! کیا آج کی عورت اسلام کے اس احسان کا بدلہ دے سکتی ہے؟؟؟

اسلام نے عورت کو ہر رشتہ اور ہر حیثیت میں اونچی مسند پر بٹھایا......!! عقائدِ ثلاثہ (توحید، رسالت، آخرت) میں برابر کا مخاطب سمجھا۔ عبادات، معاملات اور اعمال میں وہ ہر جگہ مرد کے ساتھ ہے۔ روزِ جزا رب ذوالجلال صرف اس لئے اس کی جزا میں کمی بیشی نہ کرے گا کہ وہ ’’عورت‘‘ ہے......!!

ان سب کے باوجود وہ عورت کو مرد سے جدا سمجھتا ہے۔ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى

(مردعورت کے مانند نہیں ہے) کہہ کر اس کا دائرہ کار مرد سے جدا کرتا ہے۔اس دائرہ کار میں فرق عورت کی عفت وعصمت کی حفاظت کی خاطر کیا ہے۔اسلام میں دوسرے مذاہب کے برعکس عورت کی عظمت کا اندازہ یہاں سے لگائیں کہ اگر اس کے نام پر سورۃ نازل ہو سکتی ہے تو اس کے مسائل پر آیات بھی نازل ہوسکتی ہیں۔سورۃ مجادلہ کی شان نزول...... ایک بوڑھی عورت کی آپ کے کان میں سرگوشی ہی تو ہے جو ربِّ رحیم نے سن لی اور گواہی دے دی کہ اماں تمہاری سرگوشی عرشوں والے تک پہنچ گئی ہے......قرآن میں مریم ☐ کا ذکر ہی نہیں بلکہ ان کی ولادت' کفالت سے لے کر ہر چیز بیان کی گئی ہے۔انہیں 'صدیقہ" کالقب عطا کیا ہے اور قرآن یہ اعلان کرتا ہے کہ ان کی سچائی انکا وصف تھا جسے محض عورت ہونے کے ناطے چھپایا نہیں جاسکتا۔

ابھی ۵۸۶ء میں جس کانفرنس کا تذکرہ کیا ہے اس میں عیسائی مذہبی علماء کی کونسل اوف میکون (Co0ncel of Macon) نے عورت کے اندر "مرد کی خدمتگار روح" کے ہونے کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ عورت کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کی نجات کر سکے۔

قرآن کا انداز یہ ہے کہ وہ عورت کو زندگی کے ہر معاملہ میں نمایاں امتیاز دیتا ہے اس کی پیدائش کو خوشخبری اور جاہلوں کے لئے منہ پر کلونس چھا جانا قرار دیتا ہے۔

گھریلو معاملات میں تو عورت کی حیثیت تھی ہی اسلام تو اسے نازک یعنی جنگی معاملات میں بھی شامل کرتا ہے۔مدنی دور میں جنگ اُحد کے اس "بحرانی دور" میں جب حالات کا پانسہ مسلمانوں کیخلاف ہوجاتا ہے تو جان پر کھیل کر آپ کی حفاظت کے لئے ڈھال اُمّ عمارہ ☐ ہی بنتی ہیں۔دشمن پر کاری وار کرتی ہیں ایک کافر آپ پر حملہ کے ارادے سے گھوڑا آگے بڑھاتا ہے تو وہ گھوڑے کے گھٹنے پر اس طرح کاری وار کرتی ہیں کہ گھوڑا پیٹھ کے بل گرتا ہے۔اُمّ عمارہ کے بیٹے کو جنگ میں شدت سے زخم لگتے ہیں تو آپ دشمن کی نشاندہی کرتے ہیں۔اُمّ عمارہ پلٹ کر اس پر حملہ کرتی ہیں' محبوب خدا ♏ مسکرانے لگتے ہیں۔

بدبخت ابن قمیہ نے آپ کے دندان مبارک پر حملہ کیا تو اُمّ عمارہ نے اس پر بھی حملہ

کر دیا جس کے نتیجہ میں ام عمارہ کے شانے پر زخم لگے اور خون بہنے لگا......وہ بدستور پہلے والی بہادری سے ہی لڑ رہی ہیں ۔محبوب خدا ﷺ نے جب زخم سے خون بہتے دیکھا تو ان کے بیٹے کی طرف موڑ کر دُعا کی:

اللّٰهم اجعلهم رفقائي في الجنة

(اے اللہ! ان کو جنت میں میرا ساتھی بنا دے)

حضرت ام عمارہ یہ سن کر فرماتی ہیں:

ما ابالي ما اصابني من الدنيا

(اب مجھے کیا پرواہ کہ دنیا میں مجھ پر کیا بیتے)

یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) احد کے میدان میں میں جدھر نظر دوڑاتا تھا مجھے اُمِّ عمارہ نظر آتی تھیں۔

وہ اعزازات جو اسلام نے عورت کو عطا کیے ان کی فہرست طویل ہے۔ان میں سے ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ وہ نبوت کی پہلی گواہ ہے......گواہی دینے میں جو اعزاز خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا......عورت ثابت کرتی ہے کہ وہ حق کے راستہ پر چلتے ہوئے ہر قربانی دے سکتی ہے۔

سوشل بائیکاٹ (شعب ابی طالب) کا سامنا کر سکتی ہے۔درختوں کے پتے کھا کر، چمڑے کو پانی میں بھگو کر، کھجور کی گٹھلیاں چوس کر استقامت کا عملی نمونہ بن سکتی ہے۔رب کریم اس صابرانہ رفاقت کا صلہ یوں دیتا ہے کہ کبھی مرد کو بھی نہ ملا ہوگا۔

روایت ہے کہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اور جبرئیل امین خاموش ہو گئے۔محبوب خدا نے دریافت کیا تو جبرئیل امین نے جواب دیا:

''یارسول اللہ (ﷺ)! سیدہ خدیجہ اندر تشریف لا رہی ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں سلام کہہ رہے ہیں اور پھر التجا کے انداز میں فرمایا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ان سے میرا بھی سلام کہہ دیں اور ان کو خوشخبری دے دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں ان کے لئے ایک ہی سفید موتی سے محل تیار کیا ہے جو ساٹھ میل گولائی اور ساٹھ میل چوڑائی میں ہے۔

الفاظ یوں ہیں:

بَشِّرْهَا بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ من قصب لا صخب فيه ولا نصب

ان کو جنت میں چمکدار موتی سے بنے ہوئے ایسے محل کی بشارت دے دیں جس میں شوروغل اور محنت ومشقت نہ ہوگی۔

یہی نہیں ایک اعزاز اور بھی ہے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ہر دروازے کی چوڑائی چالیس سال کی مسافت ہے۔ وہ عورت جو پانچوں نمازیں پڑھے' روزے رکھے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اور اپنی عزت کی حفاظت کرے' اللہ تعالیٰ اس کے لئے آٹھوں دروازے کھول دیں گے کہ جس دروازے سے چاہے اندر داخل ہو جائے۔

یہ سن کر ابوبکر صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا کوئی مرد بھی ایسا ہے' جس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ارجوان تكون فيهم (طبرانی)

(نوٹ کیجئے) مجھے یقین ہے نہیں' مجھے امید ہے کا لفظ' کیا ظاہر کرتا ہے

یہی نہیں رب رحیم کا عورت سے بہت گہرا رشتہ ہے۔ وہ ماں بننے کا اعزاز عورت کو دیتا ہے......اعزازات کی بات چلی آرہی ہے تو ایک اور اعزاز ملاحظہ فرمائیں۔

''ایک دفعہ ایک صحابی ؓ نے اللہ کے پیغمبر ﷺ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! جنت کا دروازہ سب سے پہلے کون کھولے گا؟ اور اس میں سب سے پہلے کون جائے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں جاؤں گا لیکن میں وہاں عجیب بات دیکھوں گا کہ جب میں جنت کی طرف جارہا ہوں گا تو اپنے سے پہلے جنت کے دروازے پر ایک خاتون کو پاؤں گا جو اپنے ہاتھوں سے دستک دے رہی ہوگی اور شور کر رہی ہوگی کہ دروازہ کھولا جائے' مجھے پہلے اندر جانا ہے......میں جبرئیل امین سے پوچھوں گا یہ عورت کون ہے؟

وہ جواب دیں گے یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ وہ عورت ہے' جس کا شوہر جوانی میں داغِ مفارقت دے گیا تھا۔ اس عورت نے اپنی جوانی اپنے بچوں کی تربیت پر قربان کر دی اور اس

پر صبر کیا لہٰذا اللہ نے اسے سب سے پہلے پہنچنے کا اعزاز عطا کیا۔ (مسند ابی یعلی ۶۶۵۱)

کیا دیگر مذاہب اور بالخصوص ہندوازم میں بیوہ عورت کی یہ توقیر ہے؟؟

اسلام اور دوسرے مذاہب کا تقابلی جائزہ یہ واضح کرتا ہے کہ حقوق کی بات سب سے پہلے اسلام نے کی اور حقوق دلوائے بھی اسی نے...... یہ نہیں کہ بیٹی کو رخصت کیا تو اس گھر سے ڈولی نہیں جنازہ کا کہہ کر زندہ درگور کر دیا ہو۔

عورت صنفِ نازک ہی نہیں حسِ لطیف بھی رکھتی ہے۔اس کے احساسات بھی نرم و نازک ہوتے ہیں اسی لیے جب قافلہ میں اونٹوں کی گھنٹی کی آواز آتی ہے تو آپ جن الفاظ میں عورت کی ترجمانی کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

یاانجشہ رویرک بالقواریر

اے انجشہ یہ عورتیں نازک آبگینے ہیں

یہاں پر آبگینے کا لفظ ہے شیشہ کا نہیں جو بسا اوقات موٹا اور بھدا ہوتا ہے...... جبکہ آبگینے حد درجہ نفاست و نزاکت کا شاہکار، سانس لیں تو اس کی گرمی سے دھندلے ہو جائیں (معمولی سی بات پر عورت کے دل کو ٹھیس لگ جاتی ہے)

اگر غور کریں تو وہ سپیڈ بریکر (حفاظتی اقدامات) جو عورت کے لئے لگائے گئے ہیں مثلاً غضِ بصر، بلا ضرورت گھر سے نہ نکلنا، خوشبو لگا کر باہر نہ جانا، زیب و زینت نامحرموں کے سامنے نہ کرنا، ہیل والا جوتا نہ پہننا، راستے کے درمیان میں نہ چلنا، چلتے ہوئے اونچی آواز میں بات نہ کرنا، محرموں اور نامحرموں کی فہرست الگ الگ تھمانا یہ بھی اس کی عزت کی حفاظت کے لئے ہیں...... کسی کا سرسری سا فقرہ کہیں اس کے کردار کو دھبہ نہ لگا دے۔ محرموں اور نامحرموں سے بات کرتے ہوئے آواز اور لب و لہجے کا فرق بھی اسی لیے ہے کہ آواز کی کشش سے کہیں عورت کو دوسری نظر سے دیکھنے نہ بیٹھ جائے۔

قرآن پاک میں عورت کے لئے جتنے بھی احکامات ہیں ان سب کا مقصد اس کی عزت اور لوگوں کے غلط رویوں سے بچانا ہے......! خواہ میں عدت میں ہی کیوں نہ ہو...... مطلقہ کے تین ماہ بھی اس لئے بیوہ کی عدت بھی اسی لئے...... عورت گھر میں رہے اس کو دیکھ کر کسی بھی شخص کو اس کی جائیداد یاد نہ آئے...... اس کی ساکھ متاثر نہ ہو...... رنگ برنگے تبصرے نہ ہوں۔

اس کی عزت کی حفاظت کے لئے اس کے ناموں کی کشش کی وجہ سے ان کو بھی چھپانے کی تلقین کی.......مبادا کہیں اس کا نام ہی غیر مردوں میں موضوع بحث بنتا ہو.......!! یہاں پر اس سے وابستہ رشتوں کو مقدس سمجھا گیا۔ قرآن کھول کر دیکھیں' امرأۃ عمران (عمران کی عورت) اخت ھارون (ہارون کی بہن۔ واذ قال موسی لاھلہ.......موسیٰ کی اہلیہ۔ گھر والی.......گھر والا.......آج سے ستر اسی سال قبل عورتیں اپنے شوہروں کا نام لینے کی بجائے "میرے گھر والا" اور شوہر بیوی کو "مسز" کی بجائے "میری گھر والی" کہا کرتے تھے۔

پھر ام موسیٰ.......موسیٰ کی ماں.......آج عورت نے اپنی شناخت کا انداز خود ہی بدل ڈالا ہے.......مسز' لائف پارٹنر.......یہ سب جدید اصطلاحات وہ ہیں جنہوں نے عورت کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ نتیجہ کیا نکلا؟ وہ کتاب جو الہامی کتاب ہے اور حقوقِ نسواں کی علمبردار ہے.......بیٹی' بہن' بیوی' ماں ہر رشتے میں عورت کو اس کا گھر بیٹھے حق دلواتی ہے یہاں تک کہ مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال کو یہ کہنا پڑا کہ اگر قرآن پاک کا سرورق نہ ہوتا تو اس میں عورت کے حقوق' اس کے مقام اور مرتبے کی اہمیت پڑھ کر میں اسے کسی عورت کی ہی تصنیف سمجھتا.......!!

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی جگہ پر مشقت کے بعد کھپ کھپا کر جان جوکھم میں ڈال کر پورے حقوق نہیں ملتے جبکہ اسلام میں عورت گھر بیٹھے سب حقوق رکھتی ہے.......کماتا مرد ہے' کھاتی عورت ہے.......نکاح کے بعد رخصتی نہ بھی ہو' مرد طلاق کی صورت میں کچھ نہ کچھ حق مہر دے گا.......اگر بیچارہ دن رات کی محنت مشقت کے بعد کچھ بناتا ہے تو اُس میں بھی ماں' بیٹی' بیوی کے رشتہ میں وارث عورت ہی ہے.......!

پھر رسوم و رواج کا مطالعہ کریں.......اسلام سے قبل عدت کا زمانہ عورت کے لئے ناقابلِ بیان اذیت اور کرب کا زمانہ ہوتا تھا۔ پورا ایک سال برادری کنبے سے کٹ کر بغیر نہائے دھوئے اچھوتوں کی طرح حجرے میں گزارنا.......سال پورا ہونے پر پرندہ جسم سے رگڑتی۔ اس کی بدبو کی وجہ سے اگر پرندہ مر جاتا تو عدت ختم سمجھی جاتی' دوسری صورت میں نہیں.......!! اسلام انہی رسموں کے خاتمہ کے لئے آیا۔ پھر مسلمان عورت کو کس بات کا

احساس کمتری ہے؟؟

آج بھی عورت اپنا کھویا ہوا مقام و مرتبہ حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے کچھ کام کرنا ہوں گے۔چند گزارشات پر کان دھرنا ہوں گے۔سب سے پہلے بچی کے پیدا ہونے پر اپنے رویوں کا جائزہ......

☆ (ہائے تیسری بچی آ گئی) (ایک اور بیٹی......؟؟) نہیں' اللہ صالحہ اور مومنہ بنائے ......علی الاعلان خوشی کا اظہار نہیں کر سکتے تو ناخوشی کا بھی مت کیجئے۔

☆ پیدائش کے ساتویں دن تک نام رکھنا......خدارا انفرادیت کے شوق میں نت نئے ناموں کی بجائے اسلامی اور امہات المومنین یا صحابیات ؓ کے ناموں پر نام رکھیں۔

☆ عقیقہ صرف لڑکوں کا نہیں لڑکی کا بھی ہوتا ہے......بس ایک جانور......بچی کے بال کے بدلہ میں جانور کے بال' گوشت کے بدلہ میں جانور کا گوشت صدقہ ہوتا...... کورمے کے سٹر ڈبے مٹھائی کے آ سکتے ہیں تو بکرا یا بکری کیوں نہیں؟؟

☆ بچپن سے ہی ساتر لباس...... بچی کہہ کر اسے سلیولیس فراک یا قمیص مت پہنائیں......یہ حیا کا' بیج ہے جو بچی کے اندر شروع دن سے ڈالنا لازمی ہے......ننگے بازو اور ننگی ٹانگیں نہ رکھیں۔عورت شروع سے ہی عورت ہوتی ہے......لباس کو مختصر نہ کریں۔حلیہ مسلمان بچیوں والا......لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ کی تفسیر پڑھئے......مرد عورت کا لباس کب بنتا ہے؟؟ بچی کو لڑکوں کی طرح ٹراؤزر اور جینز پہنانا کہاں درست ہے؟

☆ گفتگو کا دھیان......ابتدائی عمر سے ہی حیا کا سبق دیں۔ہمارے ہاں اکثر خواتین بے احتیاطی میں بچہ نارمل نہیں ہوا' کیس بہت مشکل تھا......ساری رات درد رہے......؟؟؟ جیسے تبصرے کرتی ہیں......یاد ہے کچھ عرصہ پہلے تک مائیں نئے بچے کی آمد پر' فرشتے آپ کی بہنا دے کر گئے ہیں جیسے فقرے کہتی تھیں' ٹھیک ہے میڈیا نے بچوں سے بچپنا چھین لیا ہے پھر بھی آپ تو یہ ظلم نہ کریں بچے معصوم بات کرتے ہی اچھے لگتے ہیں۔

☆ شادی بیاہ پر حتی الامکان سادگی......ہم لوگوں نے ہر فنکشن بالخصوص شادیوں کو سنت نہیں سٹار پلس کے ڈرامے دیکھ دیکھ کر گلیمرائز (Glmaourized) کر لیا ہے۔

☆ شادی سے قبل بچیوں کو حقوق الزوجین کی اہمیت بتائیں' میاں بیوی کے رشتہ

کی نزاکت سمجھائیں، طلاق، عدت، گھرداری کے مسائل سے آگاہ کریں۔تحفۃ العروس، تحفۂ دلہن جیسی کتب میں ہر موضوع پر سیر حاصل گفتگو ہوتی ہے۔وہ مطالعہ کرائیں۔عائلی زندگی کا شعور دیں۔

☆ تعلیم کے ساتھ تربیت کی کوشش کریں۔تعلیم اداروں سے، تربیت والدین سے ملتی ہے۔بسااوقات وہ والدین جنہوں نے سکول کالج کا منہ نہیں دیکھا ہوتا بہترین مربی ثابت ہوتے ہیں۔مجھے تحریکِ اسلامی کی معروف مصنفہ محترمہ بنت الاسلام کی والدہ کا قصہ یاد آرہا ہے جن کی چھ بیٹیاں تھیں۔کھانا پکانے کے بعد دو بیٹیاں کچن میں آتیں۔روٹی ہاتھ میں لے کر ایک پلیٹ میں سالن ڈال کر روٹی کھاتیں......پلیٹ صاف کر کے کچن سے باہر جاتیں تو دوسری دونوں بہنوں کو آواز لگاتیں......ان کے بعد آخری دو بہنیں......گویا چھ بہنیں ایک ہی پلیٹ میں کھانا کھاتی تھیں......آج پی ایچ ڈی اور ایم فل تک پڑھی لکھی ماں ایسی تربیت نہیں کر پاتی۔

☆ آج کی عورت نے پہلے بچی کے نام کے انتخاب میں کوتاہی کی پھر حلیہ بھی ڈراموں فلموں والا......پھر گفتگو میں بے احتیاطی، انگریزی کے شوق میں انا ژیولی گرانٹ بن گیا اور آم کھاؤ کے بجائے مینگوز کھاؤ گے......بیری سیڈ اپنی کتاب A for is ox میں لکھتا ہے کہ ہر تہذیب کی بنیاد کتاب پر اور کتاب کی اہمیت اس کے قصے کہانیوں پر ہوتی ہے۔(قرآن کو اسی لیے احسن القصص کہا گیا ہے)چونکہ قصے کہانیاں مسحور کرتی ہیں قربت پیدا کرتی ہیں لہٰذا بچے کو سب سے پہلے قصے سناؤ......اسلامی قصے سناؤ (کارٹونوں سے نجات دلاؤ)......اسلامی تہذیب میں Reader سے پہلے "سامع" کی اہمیت ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کچھ عرصہ پہلے بچے کو نظموں اور لوریوں میں ہر چیز سکھا دی جاتی تھی۔آج عورت کے پاس خواہ ہاؤس وائف ہو یا ورکنگ وومن، وقت ہی نہیں کہ لوری سنائے...... قرآن سننے کو پہلے نمبر پر رکھتا ہے اور Sence of data میں اِنَّ السَّمْعَ پہلے وَالْبَصَرَ (دیکھنا یعنی پڑھنا) دوسرے نمبر پر والفواد میں لکھا ہوا تھا کہ ہندوستان میں بچے کو چار پانچ سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے چالیس پچاس نظموں کا حافظ بنا دیا جاتا تھا......ایک لوری آپ کی نظر سے گزری ہوگی دیکھئے اس میں توحید و رسالت کا مکمل شعور

(Concept)موجود ہے۔

حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰہ

مَافِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہ

نُوْرِ مُحَمَّدْ صَلَّی اللّٰہُ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

ایسی لوریاں سن سن کر جب وہ مدرسے یا سکول میں پہنچتا تھا تو الف سے اللہ' ب سے بسم اللہ' تعلق باللہ کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھ دیتا تھا...... آج الف سے انار ...... ب بکری بھی نہیں رہی ۔نہ یہ لوریاں ہیں اور نہ ہی یہ قاعدے۔

☆ آج بھی اگر عورت امومیت کا کردار سمجھ لے تو امام رازی' امام غزالی' امام عالی مقام اور امام شافعی کا دور آ سکتا ہے......لیکن بچے کے منہ پر جنگلو (اشتہاری گانے) نہیں یہی لوریاں اور آیاتِ قرآنیہ کا ورد ہو......

☆ آج کی ماں کا آغاز موبائل فون کا چارجر ڈھونڈنے سے ہوتا ہے......رہی سہی کسر مارننگ شوز پوری کر دیتے ہیں ۔اصل میں جب سے "ماں" کا کردار ٹی وی نے لیا ہے ہر کام الٹ پلٹ ہو گیا ۔عروج و زوال کے پیا نے بدل گئے ۔گنا ہ باعث ندامت نہیں رہا ۔ماں آج بھی ماں بچے کو سونے سے قبل آدھ گھنٹہ دے دے تو جنریشن گیپ کا شکوہ ختم ہو جائے گا۔

☆ عورت کی اگلی ذمہ داری اس حیا کو واپس لانے کی ہے جو اس کا سرمایہ تھا ۔عورت کا زیور تھا اور جو اس کی شناخت تھی ۔آپ قرآن کے مطالعہ میں ایک چیز نوٹ کریں اللہ تعالیٰ عورت کی حیا کی' دنیا میں بھی تعریف کرتا ہے اور آخرت میں بھی موسیٰ علیہ السلام کے مدین پہنچنے پر دو لڑکیوں کا ذکر ان کے قدو قامت کی وجہ سے یا رنگ روپ کی بنا پر نہیں حیا کی بناء پر تا قیامت زندہ رکھا۔

تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ......وہ حیا سے چلتی ہوئی آئی ۔

یہ خاص پیغام ہے رب کی طرف سے......اب یہ حیا گم گشتہ ہو گئی ہے......کچھ چیزیں میں نے نوٹ کی ہیں ۔

☆ پرانے وقتوں کی عورتیں شوہروں کے نام نہیں لیتی تھیں ۔

☆ گھر میں بھی سر ڈھانپے رکھتی تھیں۔

☆ لباس سادہ ساتر اور باوقار ہوتا تھا۔

☆ منہ پھاڑ کے قہقہہ لگانا انتہائی برا سمجھا جاتا تھا۔

☆ بچوں کے سامنے محتاط گفتگو ہوتی تھی......یاد رکھئے حیا سے بے حیائی کا سفر لمحوں میں طے ہو جاتا ہے لیکن بے حیائی سے حیا کی طرف واپس آنے میں صدیاں لگتی ہیں۔

☆ بچے کی نیپی کسی کے سامنے نہیں بدلی جاتی تھی۔محترمہ بلقیس صوفی مرحومہ نے ایک درس میں مثال دی تھی کہ اللہ نے بچے کو حیا کا تحفہ دے کر دنیا میں بھیجا ہے......آپ آدھ گھنٹے کے بچے کی بھی نیپی یا پیمپر لگائیں گے تو وہ اپنی ٹانگیں سکیڑ لے گا......اس کا مطلب ہے اسے بھی اس طرح عریاں ہونا پسند نہیں......!!!

☆ اپنی جنت پکی کرنے کے لئے بہت ذوق وشوق سے قرآن کا حافظ بنا دیتے ہیں لیکن قرآن کا پیغام کیا ہے وہ بچے کو نہیں دیتے......!!

☆ کسی بھی شخص کا تذکرہ استہزائیہ انداز میں مت کریں، بچے کے معصوم ذہن کو داغدار مت کریں۔

☆ بچوں سے چیز مانگیں تو وہ بعض اوقات دینے پر آمادہ نہیں ہوتے،اُس کا آسان حل یہ ہے کہ مستحقین کو رقم بچوں کے ہاتھ سے دلوایا کریں۔بچوں کے اندر یہ احساس پیدا ہوگا کہ رقم لینے کی نہیں دینے کی چیز ہے اور اس میں مانگنے والوں کا بھی حق ہوتا ہے۔

☆ اپنی روزمرہ گفتگو میں لوگوں کی نیکیوں کا پرشوق انداز میں ذکر کریں۔اس سے بچے کے اندر رغبت (نیکی کی) پیدا ہوتی ہے۔

☆ غلطی ہر بندہ بشر سے ہوتی ہے کوشش کریں کہ جب کسی بڑے سے یا آپ سے غلطی ہو تو آپ صرف معذرت خواہانہ روّیہ نہ اختیار کریں بلکہ باقاعدہ معذرت کریں...... غلطی کا کھلے دل سے اعتراف کریں۔ہمیشہ دوسروں کو قصوروار ثابت کرنے سے بچہ خود سر ہو جاتا ہے۔دوسرا یہ کہ غلطی پر معافی مانگنا یہ سبق دے گا کہ اسے غلطی ہو جانے پر کیا رویہ اختیار کرنا ہے۔

☆ گھر میں چھوٹے بڑے نقصانات ہوتے رہتے ہیں کبھی چیز گم ہوگئی، کبھی گر کر ٹوٹ گئی، کبھی چوٹ لگ گئی۔ایسے میں بے ساختہ **انا للہ وانا الیہ راجعون** کی عادت ڈالیں۔یہ ان مومنین کی صفات میں سے ہے جن پر اللہ راضی ہوتا ہے اور ان کو ہدایت یافتہ قرار دیتا ہے۔

دو بچوں کی لڑائی میں ایک بچے کو یہ کہنا "تم بھی مارو" کسی طور پر بھی درست نہیں۔یہ انتقامی جذبہ پروان چڑھانے کا باعث بنتا ہے اس کی بجائے عفو درگزر کا سبق دیں۔

"سکرین" خواہ موبائل فون کی ہو ایل سی ڈی یا کسی بھی مشینری کی بچوں کے لئے زہر سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔اعصاب کمزور تھکاوٹ، چڑچڑا پن، آج کل سکرین ہی جادو ہے اس سے دور کرنے کے لئے مطالعہ کی عادت ڈالیں......خود کتاب کی بجائے بازاروں میں دل لگائیں گی تو بچہ کتاب نہیں ہاتھ میں لے گا......کبھی کہانی کا پیراگراف پڑھوالیا...... یا کبھی اچھی تحریر کو بچوں کی زبان میں سنا دیا اس سے شوق بڑھے گا۔انجام سنانے یا پڑھوانے سے پہلے تجسس پیدا کریں۔پہلے وقتوں میں ان پڑھ لوگ بھی کہانی کو تربیت کا لازمی حصہ سمجھتے تھے اور کہانی کا ماحول بناتے تھے۔آسمان کے نیچے کھلی چھت اور رات کا سناٹا، کہانی کے لئے لازمی سمجھا جاتا تھا......اگر بچہ دن کو کہانی کی فرمائش کرتا تو "ماموں راستہ بھول جائیں گے......" کہہ کر ٹال دیا جاتا......کبھی کبھار انجام سنانے سے پہلے بچوں سے بھی پوچھ لیں کہ اس کہانی کا انجام کیا ہونا چاہئے۔ہفتہ میں تین دن پوری دلجمعی سے بچے کو کہانی سنائیں گی تو چوتھے دن بچہ خود ہی طالبعلم بن کر حاضر ہو جائے گا۔

☆ بچوں کے اصلاحی رسالوں کا مطالعہ ضرور کریں......ہر شخص کے اندر ہمیشہ ایک بچہ موجود ہوتا ہے......اور آپ کے لئے یہ مطالعہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ آج کل کے بچوں کی سوچ کا پتہ چلنے کے علاوہ بچوں کو سنانے کے لئے "سٹاک" دستیاب ہو جاتا ہے۔

☆ بچوں کی کہانیوں کو ناک منہ چڑھا کر 'یہ کیا فضول تحریر ہے' کا تبصرہ مت کریں۔ کبھی انہی تحریروں کے شوق میں آپ بھی دن بسر کر چکی ہیں۔

☆ مطالعہ کے ساتھ ادب آداب بھی تربیت کا لازمی جزو ہیں۔سننے میں آیا ہے کہ

امام ابوحنیفہ ؒ کی مجلس میں ایک بچہ سب کو پھلانگتا ہوا گزر گیا۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے انگلی کے اشارے سے بتایا یہ "ولد الزنا" ہے (اور ایسے ہی ثابت ہوا) امام ابوحنیفہ کی بصیرت اور بصارت نے محض دوسروں کو پھلانگتا ہوا گزرتا دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ ادب آداب کا تعلق ماں کی تربیت اور حسب نسب سے ہے۔

☆ امر بالمعروف ...... پہلے ہدف رکھیں، مائیں عام طور پر، نہی عن المنکر کا فریضہ چوبیس گھنٹے سرانجام دیتی ہیں ...... یہ کام مت کرو، ایسے کیوں کیا ...... اس کی بجائے اگر بچے نے اچھا کام کیا ہے تو دوسروں کے سامنے دل کھول کر تعریف کریں، حوصلہ افزائی کریں ...... تاہم برائی کا تذکرہ علیحدگی میں سمجھانے کی غرض سے ہو۔

☆ بڑی نیکی کا سبق دینے سے پہلے اس کی دلچسپیوں اور نیکیوں کا پوچھتے رہیں پھر اپنی دلچسپی بتادیں ......

☆ بیٹا فلاں سورت کی آخری آیت کون سی ہے؟ یا اذان دے سکتے ہو؟

آج قاری صاحب نے کیسا سوٹ پہنا تھا اور ہاں پہلی رکعت میں کون سی سورت تلاوت کی تھی۔

آج نماز کی صف میں آپ کے بائیں جانب کون تھا؟

آج کلاس میں کسی بچے کی لڑائی تو نہیں ہوئی؟

یہ وہ سوالات ہیں جو بظاہر معمولی سے ہیں لیکن بچے پر ثابت کر سکتے ہیں کہ آج الرٹ نہیں تھے کل ضرور رہنا پڑے گا۔ دوسرا یہ کہ بچہ یکسوئی کے ساتھ جہاں بھی جائے گا توجہ دے گا۔

☆ بچوں کو اللہ، نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کا شعوری تعارف دیں۔ اللہ کون ہے؟ رشتہ کی نوعیت سمجھائیں؟ اس کی بڑائی کا احساس "حجم" سے نہیں عظمت سے دلائیں۔ میں بڑوں کے سامنے فضول بات نہیں کرتی اللہ تو سب سے بڑا ہے ...... سوالات کے ذریعہ اللہ کا پکا سچا تعارف دیں۔

ہندو کس کی پوجا کرتے ہیں؟

بھگوان کی!

آپ کس کی عبادت کرتے ہیں؟

اللہ کی!

ہندو دولت کس سے مانگتے ہیں؟

بھگوان سے! نہیں بالکل غلط بھگوان کی تو پوجا کرتے ہیں۔ وہ کب دولت دے سکتا ہے وہ تو صرف پوجا کے قابل ہے' دولت کا خدا تو لکشمی دیوی ہے!

ہم کس سے دولت مانگتے ہیں؟

اپنے اللہ سے

امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے ہندو کس سے دعا مانگتے ہیں؟

بھگوان سے! نہیں بھئی بتایا تو ہے وہ کامیابی کی دعا صرف سرسوتی ماں سے مانگ سکتے ہیں......(ہم اپنے اللہ سے)

دیکھا آپ نے نہ سرسوتی ماں' نہ امیا جی ماں (پریشانی سے بچنے کا خدا) نہ لکشمی دیوی نہ کالی ماتا......ہمارا تو ایک اللہ......سب کام کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

اس اللہ کو آپ بچے کے دل میں جگہ دیں......!!

فلاحی کاموں میں بچے میں جذبہ پیدا کریں......سیلاب آیا ہے' کوئی بیمار ہے...... بچے کو بھی راغب کریں اور تیمارداری' غمی' خوشی میں بچے کو ہمراہ رکھیں۔

آخر میں یہی کہنا ہے کہ یہی چھوٹی چھوٹی وہ تراکیب ہیں جو ہماری ''کوششیں'' ہیں اور شاید ''سعیاً مشکورا'' ہی قرار دے دی جائیں۔ دعاؤں والے ہاتھ میں موبائل' آنکھوں سے لیپ ٹاپ دور نہ ہو تو جنت کہاں سے ملے گی ۔ اے کاش آج کی عورت یہ احساس پیدا کرے۔

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

(بتول ☐ بن جا اور فاطمہ ☐ کی مانند اپنے آپ کو زمانے کی نظروں سے چھپا کر رکھنا کہ امام عالی مقام جیسے فرزند تیری آغوش میں پروان چڑھیں)

☆☆☆☆☆☆